ذبحِ عظیم

تحریر: محمود مرزا جہلمی
چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم'' لاہور

اللہ تعالیٰ کو تو علم ہی تھا اور اس نے اپنی شانِ رحیمی کے مطابق سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے سے زندہ سلامت نکال لینے کا بندوبست کر رکھا تھا۔ پھر اسے یہ بھی علم تھا بیٹا باپ کے حکم کے تحت اپنی گردن کٹوانے کیلئے بلاحیل وحجت تیار ہو جائے گا۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ خلیل الرحمٰنؑ بموجب خواب کے اپنے لختِ جگر کا حلقوم کاٹ دیں گے مگر باپ بیٹے کو ان میں سے کسی بھی بات کا علم نہیں تھا۔ چنانچہ جب پسر نے پدر گرامی کا عندیہ پایا تو اسے حکم ربانی جان کر اپنی جان پیش کر دی۔ تلِ جبیں کا مرحلہ گردن کٹانے کا عزم تھا۔ باپ نے جب آنکھوں پر پٹی باندھی تو وہ واقعی اس پسر حلیم کا معصوم چہرہ اور نازک سی گردن سے آنکھیں چرا کر اس کی رگ حیات کو کاٹ ہی دینا چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جو کچھ وہ کرنے لگے ہیں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی کو کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ وہ ان مہمات کے عادی تھے اور نارِ نمرود میں کود کر ثابت کر چکے تھے کہ وہ بت پرستوں کی جلائی ہوئی چتا سے ذرہ بھی نہیں ڈرے تھے مگر انہیں یہ علم نہ تھا کہ آگ ان پر ٹھنڈی کر دی جائے گی اور وہ اس یقین کے ساتھ اس میں کودے تھے کہ اب انہیں اس آتشِ سوزاں میں جل ہی جانا ہے مگر پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ یہ اولوالعزمی واستقامت، عطیہ الٰہیہ تھی۔

مگر قارئین ایک نکتہ کی طرف توجہ فرمائیں نارِ نمرود میں کودنا اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا، بارگاہ قدس میں بیٹے کا ذبیحہ پیش کرنے سے سنگینی کے اعتبار سے کم ہے۔ میدانِ غزا میں غازیانِ اسلام ہمیشہ ہی راہِ حق میں شہادت بڑے شوق سے پیش کرتے آئے ہیں بلکہ شہادت کا فوزِ عظیم پانے کیلئے حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرامؓ آپؐ سے دعائیں کرایا کرتے تھے مگر کبھی کسی نے یہ تمنا نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ اس سے بیٹے کی قربانی طلب فرمائیں اور میں کہتا ہوں عرش وفرش تھرا ہو گئے ہوں گے جب سیدنا اسماعیلؑ کی گردن پر خلیل الرحمٰنؑ نے چھری رکھ دی ہو گی۔ عالم بالا کے باسی اس دل دوز منظر پر کانپ گئے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ یہ کیسا سخت امتحان اپنے خلیل سے لینے لگے ہیں۔ اگر ان کو اذن گویائی کا ہوتا تو وہ یقیناً بارگاہِ قدس میں رو رو کر عرض کرتے کہ اپنے خلیل کا اتنا بڑا امتحان نہ لے مگر وہاں کسے دم مارنے کی مجال تھی۔ سو قارئین اپنی جان تو رزم گاہِ شہادت میں لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ پیش کر چکے ہوں گے اور قیامت تک پیش کرتے رہیں گے لیکن بیٹے کی گردن کاٹ دینے پر تیار ہو جانا صرف سیدنا

ابراہیم علیہ السلام کا حصہ تھا۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ تر

اللہ عزوجل کا یہ علم وفیصلہ کہ آخرالامر وہ اسماعیلؑ کو بچالیں گے ایک الگ شے ہے مگر انہیں یہ بھی تو معلوم ہی تھا کہ وہ اپنے خلیل سے کتنا سنگین امتحان لینے لگے تھے۔ایک ضعیف العمر باپ جسے پیرانہ سالی میں اللہ باری تعالیٰ نے یہ بیٹا عطا کیا تھا، اس سے اسی بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کردینے کی فرمائش کرنا، قیامت سے کم نہ تھا۔لیکن اس سے پہلے یہ کنبہ ایک اور قیامت دیکھ چکا تھا۔سیدہ ہاجرہ کو جب اسماعیلؑ کی پیدائش کی بشارت دی جا رہی تھی تو فرشتوں سے ان کا مکالمہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نویدِ غیر مترقبہ پر یاس آمیز ردِعمل کا اظہار فرما رہی تھیں اور فرشتوں کو ﴿اتعجبین﴾ کہنا پڑا۔پھر جب یہ بچہ واقعی ان کی گود میں آ گیا تو پہلا امتحان وادی غیر ذی زرع میں ﴿عند بیتک المحرم﴾ ماں بیٹے کو آباد کرنے کا آیا۔تنہا عورت کو ایک ننھی سی جان کے ساتھ بے آباد وسنسان مقام پر بٹھا کر خلیل الرحمٰنؑ کا خود پیٹھ موڑ کر چلے آنا، کتنا بڑا اقدام تھا۔بی بی یہ تصور بھی نہ کرسکتی تھیں کہ وہ انہیں اس بے سروسامانی کے عالم میں چھوڑ کر خود یہاں سے رخصت ہو جائیں گے، اسی لئے تو پوچھ لیا تھا کہ وہ انہیں کس کے سپرد کر کے جا رہے تھے۔قارئینِ کرام توجہ فرمائیں۔بی بی کتنی مطیع فرمان تھی۔وہ واقعی وہاں بیٹھ گئی۔یہ نہ کہا کہ انہیں روک لیتی یا اس کسمپرسی کی زندگی کو قبول نہ کرتی اور خاوند کے ساتھ واپسی پر اصرار کرتی۔دونوں مقامات کو دیکھئے۔یہ فیصلہ حکم الٰہیہ کے تحت تھا اور ذبح پسر کا فیصلہ بھی اسی حکم کے تحت تھا ماں بیٹا براہ راست حکم پانے والے نہ تھے۔مگر دونوں نے اس کے سامنے سر جھکایا اور اطاعت گزاری اور جانسپاری کی تاریخ میں فقید المثال باب قائم کئے۔بیویاں اور بیٹے اس پر توجہ کریں اور یہ اطاعت اور جانثاری اختیار کریں، لوگ عید الاضحیٰ کی قربانیاں کرتے وقت اس جذبہ سے کام لیں، اس فرمانبرداری، اس حکم برداری اور اس غلامی سے کام لیں، جو اس ساری داستانِ ایثار وقربانی وفرماں برداری کی روح تھی۔دیکھئے اسماعیلؑ نے باپ کا خواب سن کر فوراً ''اے ابا جی، وہ اقدام کر گزریئے جس کا آپ کو حکم ملا ہے''۔کہہ کر اطاعت پدری میں اپنی گردن رضائے الٰہیہ کے سامنے پیش کردی۔آج اولادیں اسی اطاعتِ والدین کی پابند ہیں مگر کتنے سعادت مند بچے ایسے ہیں جو حضرت اسماعیلؑ کی طرح، والدین کی فرماں برداری کرتے ہیں۔لیکن یہ حقیقت سامنے رہے کہ اسماعیلؑ اپنے پدرِ گرامی کے اس لئے فرماں بردار تھے کہ موخر الذکر اپنے رب تعالیٰ کے فرماں بردار تھے۔یاد رکھیں جو والدین اپنے رب تعالیٰ کے باغی ہیں،

ان کی اولادیں یقیناً اپنے رب اور اپنے والدین کی باغی ہوں گی۔ جو خاوند اپنے رب سے سرکشی کرتے ہیں، ان کی بی بیاں ان کے سامنے کیسے سر جھکا سکتی ہیں۔ اسی لئے قرآن میں آیا ہے:۔ ﴿أن اشکر لی ولوالدیک﴾ ''میرا اور اپنے والدین کا شکرادا کر''۔

اللہ تعالیٰ کو اس داستان کے تینوں کردار اتنے پسند آئے کہ ان کے افعال کو حج وقربانی کا حصہ بنا دیا۔ یہ داستانِ عبودیت ہے۔ اس کی روح کیا ہے؟ حکم برداری! اسی کو قرآن تقویٰ کہتا ہے۔ گوشت ہم خود ہی کھا لیتے ہیں۔ خون زمین پی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو اس ساری کاروائی میں تقویٰ درکار ہے۔ مگر تقویٰ عنقا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ تقویٰ کی دنیا، اس وقت اجڑ ہی تو جاتی ہے جب بڑے افسران، چھوٹے افسران سے رشوت میں بکرے اور دنبے منگاتے ہیں۔ سودی کمائی سے قربانی کے جانور خریدنے والے غور کریں کہ وہ کیا قربانی کر رہے ہیں؟ انہوں نے تو تقویٰ کا پہلے ہی جھٹکا کر رکھا ہے، جانور کی قربانی کیا کریں گے۔ اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اس میں تقویٰ کہاں سے آئے گا۔

مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اپنے گھروں میں بڑی محبت سے قربانی کے جانور پالتی ہے۔ ہم کہتے ہیں جن احباب کیلئے یہ ممکن ہو، وہ یہ طریقہ ضرور اپنائیں۔ یہ جانور گھر بھر میں بڑے محبوب ہوتے ہیں۔ بچے ان سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ ان کو خوب خوب چارہ دیتے ہیں، نہلاتے ہیں، سیر کراتے ہیں اور قربانی کرتے وقت بڑوں اور بچوں کی آنکھوں میں آنسو تیرتے ہیں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس وقت کی دلی کیفیات کا قیاس کریں۔ تلِ جبین اور آنکھوں پر پٹی باندھنے کا اقدام باپ بیٹے کی دلی کیفیات کی حکایت سناتا ہے۔ مگر دونوں برضا ورغبت حکم برداری کیلئے تیار ہیں۔ ایک سر کٹانے اور دوسرا سر کاٹنے کو آمادہ ہے۔ کائنات سہمی کھڑی ہے۔ پھر اللہ رحمٰن ورحیم کے دریائے رحمت میں جوش آتا ہے اور آواز آتی ہے:۔ (تھم جا) ﴿قد صدقت الرؤیا﴾ ''اے ابراہیمؑ بے شک تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا''۔ آنکھ سے پٹی اترتی ہے تو کیا دیکھتے ہیں اسماعیلؑ سامنے کھڑے ہیں اور دنبہ ذبح پڑا ہے۔ واقعی یہ ذبحِ عظیم تھا۔

سید ثناء اللہ شاہ رانیوال سیداں کی والدہ کا انتقال پر ملال

مرکزی جمعیت اہل حدیث گجرات کے ممتاز رہنما اور جامعہ سردار للبنات کے مہتمم سید ثناء اللہ شاہ، پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر سید ضیاء اللہ شاہ اور سید عبید اللہ شاہ (رانیوال سیداں) کی والدہ محترمہ طویل علالت کے بعد مورخہ 22 اکتوبر بروز بدھ انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ انتہائی نیک، بااخلاق، صابرہ وشاکرہ خاتون تھیں۔ مرحومہ کی نمازِ جنازہ رئیس الجامعہ نے پڑھائی، جس میں مقامی لوگوں کے علاوہ دور دراز سے لوگ بھاری تعداد میں نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ گجرات سے مولانا سید الطاف الرحمٰن شاہ، حافظ انعام اللہ، گجرات یونیورسٹی سے بڑی تعداد میں پروفیسرز حضرات کے علاوہ جہلم سے مدیر الجامعہ حافظ احمد حقیق، مدیر التعلیم مولانا حافظ محمد عبداللہ، مدیر المکتب مفتی محمد شفیع، مولانا قطب شاہ، قاری عبدالرشید، قاری غلام رسول، قاری علی حیدر اور نعیم اختر نے شرکت کی۔